امام طبریؒ کا تفسیری منہج اور ترجیحات کا تحقیقی مطالعہ

Interpretational Methodology of Imām Ṭabarī and the Principles of Preference between Different Opinions

*حافظ اعجاز احمد

** قاری عبدالباسط

***محمد رفاقت علی

ABSTRACT

The Jāmiʿ al-bayān ʿan taʾwīl āy al-Qurʾān (جامع البیان عن تاویل ای القران) the book of Quranic interpretation is known as Tafsīr al-Ṭabarī. The author Imām Ṭabarī was blessed for being skilled enough in presenting the message of Islam with different methods. The methodology he has chosen to explain the precious hidden beads of Holy Quran is associated with the methodology of tafsir bi-al-ma'thur (تفسیر بالماثور). His presented explanations are completely independent from the reflection of his personal opinions. The statements of the early stages of Islam, the direct transmissions by the Holy prophet Muhammad (ﷺ) and his companions were chiefly used to understand the meaning of Holy Quran. The jurisprudence, linguistic, and the philosophic approaches are also referred in his tafsir.

The author has deliberately measured the strength of contradictory statements. He has established some systematic and intellectual filters to measure the classification of contradictory statements and to make an affective decision upon it.

* ایم فل سکالر علوم اسلامیہ، ہائی ٹیک یونیورسٹی، ٹیکسلا

** ایم فل سکالر علوم اسلامیہ، وفاقی اردو یونیورسٹی برائے فنون سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، اسلام آباد

*** ایم فل سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، محی الدین اسلامی یونیورسٹی، نیریاں شریف

Keywords: *Tafsir Imām Ṭabarī, Jāmiʿ al-bayān ʿan taʾwīl āy al-Qurʾān, Methodology to Interpret Holy Quran.*

تعارف موضوع:

امام طبریؒ کا شمار نہایت جید مفسرین میں ہوتا ہے۔ آپ علیہ الرحمۃ نے اپنی تفسیر کو بالخصوص طبقہ علماء کے لئے مرتب فرمایا جو قرآن میں اپنی ذاتی رائے کے دخول کو کلام الٰہی کے تقدس کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اس کے برعکس وہ طبقہ جو تفسیر بالرائے کو محمود سمجھتے ہیں وہ بھی امام طبریؒ کی تفسیر سے بالعموم استفادہ کرتے ہیں۔ تفسیر طبری جہات مختلفہ کو متضمن ہے۔ آپؒ نے قرآن کے رموز کو مستند ذرائع سے واضح کرنے کے ساتھ محققین لغت اور فقہاء کرام کے لئے بھی نہایت نادر موتی دریافت فرمائے۔ امام طبریؒ نے مفہوم باطنہ سے احتراز کیا اور مشکلات فی القرآن میں ظاہری معنی کو باطنی توجیہات پر ترجیح دی۔ آپ نے نہ صرف اپنی تفسیر میں مستند ذرائع کا استعمال کیا بلکہ ہمہ جہت ماخذ علوم تفسیر کو جانچنے ، پرکھنے اور اس پر اپنی رائے قائم کرنے کے لئے شرعی و اخلاقی بنیادوں پر پیمانے بھی متعین کئے۔ یہ پیمانے قرآن کے حقیقی معنی کو پہچاننے، مفسد افکار کی تردید کرنے اور مختلف الوجوہ افکار کی تطبیق میں مددگار ثابت ہوئے۔ انہی پیمانوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپؒ نے مختلف آراء و اقوال کے مابین ترجیح و تطبیق کا کام بھی عمل میں لایا۔

تعارف امام طبریؒ:

مفسر علیہ الرحمۃ کا نام محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب اور کنیت ابو جعفر ہے۔ آپؒ کا تعلق ایران کے شہر طبرستان سے تھا۔ اسی علاقہ کی وجہ سے آپ کو نسبت طبری ملی جو کہ آپ کے اصل نام سے زیادہ مشہور و مسموع ہے۔ بعض روایات کے مطابق آپؒ کی مکمل نسبت الطبری الآملی ہے تاہم نسبت الطبری کو دوام آپ کی شہرہ آفاق تصنیفات تفسیر طبری اور تاریخ طبری کی وجہ سے حاصل ہوا۔ آپؒ کی پیدائش کے متعلق دو مختلف روایات مروج ہیں۔ خطیب بغدادی کے مطابق امام طبریؒ کا سن پیدائش 224ھ کا آخر یا 225 کا آغاز ہے تاہم جمہور مورخین کے مطابق آپؒ کا سن پیدائش 224ھ ہے جبکہ امام طبری سن 310ھ میں اس دنیائے فانی سے دار فانی کی طرف رحلت فرما گئے ۔[1]

---

1 الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل ای القرآن، (ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والاعلان، القاہرہ، ۲۰۰۱ء)، ۱۱/۱-۱۲

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی سے حصول علم کی گہری تمنائوں سے مالامال تھے۔آپؒ نے 7 سال کی عمر میں حفظ قرآن مکمل کیا اور آٹھ سال کی عمر میں رب تعالی نے آپ کو امامت جیسے اہم فریضہ سے سرفراز فرمایا۔ تقریباً نو سال کی عمر میں کتابت حدیث کا آغاز کیا اور جب ذوق حدیث حد سے بڑھا تو اپنے علاقہ کو خیر آباد کہہ کر امام احمد بن حنبل کی زیارت کیلئے شہر بغداد کی طرف نکل پڑے۔ بعض مورخین و سوانح نگار کے مطابق امام صاحب پہلی مرتبہ حصول علم کیلئے خارج عن البلد ہوئے ،اُس وقت آپ کی عمر صرف 12 سال تھی تاہم 20 سال کی عمر میں آپ نے بیشتر شہروں کا سفر اختیار کیا۔ علامہ ابو نصر تاج الدین سبکی اپنی کتاب طبقات شافعیہ میں امام طبریؒ کو (طوف الا قالیم لطلب العلم)[1] سے منسوب کرتے ہیں یعنی آپؒ نے علم کی تلاش میں کئی سلطنتوں کا سفر کیا جن میں مصر، شام، بغداد اور کوفہ بالخصوص شامل ہیں۔[2] مختلف علاقوں سے دولت علم اکھٹی کرنے کے بعد آپؒ نے سن 280ھ کو اپنے آبائی علاقہ طبرستان لوٹے مگر کچھ مدت کے بعد ہی حرارت علم نے آپ کو سفر بغداد پر دوبارہ آمادہ کر لیا۔ بعد ازاں قنطرۃ البردان میں جو کہ مرکز علم تصور کیا جاتا تھا مستقل سکونت اختیار کر لی۔ الغرض حصول علم کیلئے جتنے اسفار امام طبری نے کئے اتنے آپ کے زمانے میں کسی اور بزرگ نے نہیں کئے۔امام طبری رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ خود ایک بڑے مجتہد تھے لیکن عملی طور آپ مسلک شافعیہ سے تعلق رکھنے والے تھے۔ مصر سے واپس آنے سے کچھ عرصہ بعد تک آپؒ مسلک شافعیہ سے منسلک رہے۔ تقریباً دس سال کا عرصہ گزر جانے کے بعد آپ نے اپنا ایک الگ دبستان قائم کر لیا جس کے پیروکار خود کو آپکے والد کی نسبت سے جریریہ کہتے تھے۔[3]

امام طبریؒ اپنے زمانے کی ہمہ جہت شخصیت اور جید علماء میں شامل تھے۔آپ کے علمی تحائف مختلف عنوانات کے تحت کثیر تصنیفات میں موجود ہیں۔آپ کی علمی وراثت تمام شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے ماہرین و مبتدی محققین کے لئے انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپؒ نہ صرف ایک مجتہد عالم بلکہ محدث، فقیہ اور مفسر بھی تھے نیز آپ بہترین مورخ بے بدل ہونے کا بھی ایک جداگانہ مقام رکھتے تھے۔ علامہ ابن جریر طبریؒ نے ہر طرح کے علوم وفنون میں کتابیں تصنیف

1 السبکی، لتاج الدین ابو نصر عبدالوھاب بن علی بن عبد لکافی، طبقات الشافعیہ الکبری (داراحیاء الکتب العربیہ قاہرہ، س۔ن)، ۱۲۰/۳

2 الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل ای القرآن، ۱۳/۱

3 احسان اللہ فہد، ڈاکٹر، امام طبریؒ اور انکی تفسیر جامع البیان ایک مطالعہ، (تحقیقات اسلامی جنوری تا مارچ، ۲۰۱۸ء)، ص: ۷۲

کیں اور ایک خاص اعداد و شمار کے مطابق آپ نے تقریباً 43 کتابوں پر محیط علمی و تحقیقی ورثہ امت محمدیہ ﷺ کے حوالے کیا۔ ان کتابوں کے احوال واوصاف معجم الادبا، تاریخ بغداد، السیر، ھدیہ العارفین اور الداودی میں نقل کئے گئے ہیں۔

امام طبریؒ علماء کرام کی نظر میں:

علماء ربانیین کی تمام صفات ابن جریر الطبری میں جمع تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی ذہانت اور قوت حفظ میں جداگانہ حیثیت رکھتے تھے۔ آپ زہد و تقویٰ اور عصمت و ورع میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپؒ کے بارے میں الحافظ ابو بکرؒ خطیب البغدادی نے لکھا ہے:

"ابن جریر اپنے ہم عصر علماء میں وہ واحد مرد مجاہد تھے کہ جن کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپؒ بیک وقت تمام علوم عالم یعنی حافظ الکتاب، عارفاً بالقرآت، فقیہ ی فی احکام القرآن، عالما بالسنن و طرقھا و صحیحھا و ناسخھا و منسوخھا، عارفاً باقوال الصحابہ والتابعین تھے۔ احکام و مسائل کی باہم مخالفت، حلال و حرام کی معرفۃ کے ساتھ آپ تاریخ نگاری میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ رموز قرآن کو بیان کرنے میں بھی آپ نے ایسی تفسیر لکھی کہ اس سے پہلے کسی نے نہ لکھی۔ " [1]

ابن خزیمہ کہتے ہیں:

"میں نے کتاب جامع البیان عن تاویل ای القران کو ابو بکر بن بولیہ سے ادھار لیا اور دو سال کی مدت میں اسکا اول تا آخر مطالعہ کیا۔ آپؒ کے افکار سے آشنائی حاصل کرنے کے بعد اقرار کرتا ہوں کہ میں نے روئے زمین پر ابن جریر سے بڑا کوئی عالم نہیں دیکھا۔" [2]

ابو حامد الاسفری نے کہا:

"اگر آدمی چین کا سفر کرے تو جب تک وہ تفسیر ابن جریر کو نہ پائے گا تو گویا اس نے کچھ نہ پایا۔" [3]

امام ذھبیؒ فرماتے ہیں:

---

1 السبکی، لتاج الدین ابو نصر عبد الوھاب بن علی بن عبد لکافی، طبقات الشافعیہ الکبری، ۱۲۲/۳

2 الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل ای القرآن، ۱۵/۱

3 السبکی، لتاج الدین ابو نصر عبد الوھاب بن علی بن عبد لکافی، طبقات الشافعیہ الکبری، ۱۲۳/۳

"ابن جریرؒ ان افراد میں سے ہیں جو شروع سے ہی عالم وذکی ہوتے ہیں۔ آپ علیہ الرحمۃ نے کثیر کتب تصنیف فرمائیں۔ آپ ایک ثقہ، سچے حافظ، تفسیر میں خود کفیل، فقہ میں اجماع اور اختلاف کے امام تھے، تاریخ میں علامہ تھے اور قرات ولغت میں معرفت رکھتے تھے۔" [1]

تفسیر طبری کا تعارف:

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ابن جریر کی عمدہ اور نایاب کتب سوائے چند ایک کے مفقود ہیں، جن میں خاص طور پر تاریخ طبری اور تفسیر طبری جو تمام تصانیف کا علمی احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ چونکہ تفسیر طبری میں مصنف علیہ الرحمہ نے تفسیر القران کے متعلق تمام قدیمی مواد کو جمع کیا ہے اس لئے تمام مفسرین کرام اپنی تفاسیر میں اس سے مکمل استفادہ کرتے چلے آ رہے ہیں اور مغربی علماء اور مستشرقین کیلئے بھی یہ تفسیر تاریخی اور تنقیدی معلومات کا بیش بہا خزانہ ہے۔ جو احادیث امام طبری نے خود جمع کی ہیں انکی تشریح زیادہ تر لسانیاتی (لغات اور صرف ونحو) کے پہلو سے کی گئی ہے۔ آپ نے ان شرائع اور عقائد پر بھی بحث کی ہے جن کا استنباط قران کریم سے ہوتا ہے اور بعض جگہ تاریخی تنقید پر انحصار کیے بغیر اپنی آزادانہ رائے کا اظہار بھی کیا ہے۔[2]

جامع البیان فی تفسیر ای القران کا شمار مشہور ترین کتب تفسیر میں ہوتا ہے۔ مفسرین تفسیر بالماثور کے نزدیک تفسیر طبری کو اولین مصدر وماخذ کی حیثیت حاصل ہے اور اس کے ساتھ ہی عقلی تفاسیر میں خصوصی اہمیت کے درجہ پر بھی فائز ہے۔ یہ تفسیر 30 ضخیم مجلات پر مشتمل ہے۔ کچھ عرصہ پہلے تک یہ تفسیر نادر الوجود تھی لیکن امراء نجد میں امیر حمور بن عبدالرشید کی ملکیت میں اسکا مکمل مخطوط دستیاب ہو گیا جس کو زیور طبع سے آراستہ کر دیا گیا۔ اسطرح تفسیر بالماثور کے اس encyclopedia سے بہرہ مند ہونا آسان ہو گیا۔[3] امام طبریؒ نے اپنی تفسیر کو تیس ہزار صفحات میں لکھا پھر اسے مختصر کر کے تین ہزار صفحات میں محیط کر دیا۔ ابن سبکی اپنی تصنیف الطبقات الکبری میں لکھتے ہیں:

1 الذھبی، امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان، سیر اعلام النبلاء، (موسسۃ الرسالۃ، البیروت ۱۹۹۲م)، ۱۴/۲۶۹۔۲۷۰

2 احسان اللہ فہد، ڈاکٹر، امام طبریؒ اور انکی تفسیر جامع البیان ایک مطالعہ، ص: ۴۳

3 حریری، غلام احمد، تاریخ تفسیر ومفسرین، (اے این اے پرنٹرز، لاہور، ۱۹۹۹ء)، ص: ۱۹۲

"ابن جریر نے اپنے تلامذہ سے دریافت کیا کہ کیا تمہیں تفسیر قرآن سے دلچسپی ہے؟ تلامذہ نے عرض کیا کہ اسکی ضخامت کس قدر ہے؟ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ تیس ہزار صفحات تقریباً۔ اس پر تلامذہ کہنے لگے ایسی تفسیر کو پڑھتے پڑھتے عمر ختم ہو جائیگی چنانچہ آپؒ نے اسے تین ہزار صفحات میں مختصر کردیا۔"[1]

الختصر تفسیر طبری کو کتب تفاسیر کے مقابلے میں دو قسم زمانی اور فنی اعتبار سے شرف تقدم حاصل ہے۔ زمانہ کے اعتبار سے تو یہ اولین تفسیری مجموعہ ہے جو مکمل طور پر ہم تک پہنچا اور فنی اعتبار سے اس تفسیر کو برتری اس وجہ سے ہے کہ اس میں جو اسلوب نگارش اختیار کیا گیا ہے وہ امام طبری کا خود اختیار کردہ ہے۔

منہج:

امام طبریؒ کا اولین منہج تفسیر یہ ہے کہ اس میں تفسیر بالماثور کا اسطرح لحاظ رکھا گیا ہے کہ اس میں نہ صرف روایت بلکہ درایت دونوں کو جمع کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور تابعین کی روایات کو بالاسناد بیان کیا اور آیات کی تفسیر سے پہلے بعض دفعہ کلمات (القول فی تاویل قولہ تعالیٰ کذا و کذا) کا اضافہ بھی کرتے ہیں۔ اپنی بیان کردہ سند کے ساتھ صحابہ و تابعین کی روایات سے اسکی تاویل کرنے سے پہلے آیت کے اجمالی معنی بھی بیان کرتے اور پھر درایت اور روایت دونوں کا ذکر کرتے ہیں اور پھر نقل کردہ اقوال کی توجیہ کرنے سے اعراض کرتے ہوئے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح دے دیتے ہیں۔

جب روایات ایک دوسرے سے مل جاتی ہیں تو کسی ایک کو دوسری روایت پر ترجیح دیتے ہوئے لغت، اعراب، ترکیب شعر، اور تاویل بالرائے سے اجتناب کرتے ہیں۔ البتہ مستند دلائل کو بنیاد بناتے ہوئے قلیل مقامات پر تاویل بالرائے کو بھی اختیار کرتے ہیں۔

امام طبری کے مطابق تفسیر میں نصوص قرآنی کو تفسیر بالرائے سے ترک کرنا جائز نہیں کیونکہ صاحب رائے نے اپنا ظن استعمال کیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے بارے میں وہ کہا جسکا اسکو علم نہیں اور اسطرح کی تفسیر کو رب کریم نے حرام قرار دیا ہے جیسا کہ رب تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

1 حریری، غلام احمد، تاریخ تفسیر و مفسرین، ص: ۱۹۴

﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾ [1]

ابن جریر کی تفسیر کا مرکزی اسلوب اجمالی ہے اور آپؒ تاویل القران کی طرف مائل نہیں ہوتے جب تک کہ کسی ٹھوس وجہ کو بیان نہ کردیں۔ مفسرین کے لئے لازم ہے کہ وہ تاویلات قرآنیہ کی وجوہات کو بیان کریں کہ کس جحت کے تحت تاویلات کی گئیں۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کی گئی تاویلات بحیثیت دلیل کافی ہے اگرچہ حدیث مشہور ہی کیوں نہ ہو اور دلائل کو واضح کیا جائے۔ آپؒ نے اپنی تاویلات قرانیہ کو تین وجوہات میں منحصر کیا:

1_ نقل مستفیض کی صورت میں

2_ نقل عدول الاثبات کہ صورت میں

3_ دلالت منصوبہ کی صحت کی صورت میں

اس کیلیۓ بطور ثبوت اشعار، لغت، اقوال سلف، صحابہ، آئمہ اور تابعین وعلماء الامہ کے اقوال نقل کرتے ہیں۔ امام طبریؒ اپنی تفسیر میں فقہی مباحث کو بیان کرتے ہوئے ہر مسئلہ میں علماء کے اقوال نقل کرتے ہیں اور پھر ان میں بعض کو بعض پر اپنی خاص علمی رائے کی بنیاد پر ترجیح دیتے ہیں۔ الغرض امام طبری کی تفسیر بغیر قیل وقال جمیع آئمہ کے نزدیک تفسیر بالماثورہ ہے۔ اور امام ابن تیمیہ سے کسی نے سوال کیا کہ کونسی تفسیر قران وسنت کے نزدیک ہے تو انہوں نے کہا کہ جو تفسیر لوگوں کے ہاتھوں میں ہے یعنی تفسیر طبری اور یہی صحیح ترین بات ہے۔[2]

امام طبری کا اسلوب تفسیر:

امام ابن جریر علیہ الرحمہ کی تفسیر میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ تفسیر بالماثورہ پر ہی اکتفاء کیا جائے تاہم اس کیلیۓ قوی ترین اقوال اور صرفی ونحوی ابحاث میں صحیح ترین آراء کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ اگرچہ بعض دفعہ آپ علیہ الرحمہ نے لغت میں سے اشعار کو بھی استعمال کیا لیکن اس کی تحدید معانی کی وضاحت تک ہے۔ فقہی احکام میں شافعیہ کے اقول غالب ہیں مگر باقی آئمہ کے اقوال سے بھی صرف نظر نہیں کیا گیا۔ بعض دفعہ اپنی اجتہادانہ صلاحتیوں کے تحت فقہی مسائل کا استنباط بھی کیا ہے۔

---

1 سورۃ الاعراف ۷:۳۳

2 الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل ای القرآن، ۴۹/۱-۵۰

تفسیر بالماثور:

امام طبری علیہ الرحمہ نے تفسیر آیات القران کیلئے مستند روایات کو اخذ کیا اور تفسیر بالماثورہ کے اہتمام کے لئے حضور ﷺ کے اقوال مبارکہ، صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم کے اقوال بیان کئے۔ اگر دو روایات مختلف طرق سے ہوں تو اقوی ترین اور مشابہہ بالآیت روایت کو ترجیح دی گئی ہے۔

التفسیر بالغۃ:

امام طبری نے ایک وجہ تاویل القران کی یہ بھی بتائی ہے کہ اہل لسان جانتے ہیں کہ یہ قران کس لئے نازل ہوا ہے اسلئے وہ زیادہ تر لغت کی مدد سے اسکی تاویلات کرتے ہیں اور بعض مفرادت القران بھی ہیں جنکی تفسیر کیلیے لغت کا سہارا لیا جاتا ہے جنکو بے شمار علماء نے بیان کیا ہے جیسا کہ یحیی بن زیادہ، محمد، علی بن حمزہ اللکسائی اور النضر بن شمیل کے نام قابل ذکر ہیں۔ [1]

اہتمام بالنحو:

ابن جریر الطبری نے اپنی تفسیر میں نحوی قواعد کی مدد سے مدرسۃ البصرہ اور مدرسۃ الکوفہ کے مسائل نحویہ کے مطابق احکام القران کی تاویل بھی پیش کی ہے تاکہ اعرابی حالت کو بیان کیا جائے اور اگر اعراب میں اختلاف ہو تو دونوں مدرسوں کے اقوال سے اعراض کرتے ہیں اور اولی کو ترجیح دیتے ہوئے صحیح ترین رائے کو لیتے اور پھر آیت کی تصحیح قرات اور تفسیر کرتے۔ [2]

اشعار سے استدلال:

بعض دفعہ امام طبری علیہ الرحمہ معانی مرادی کو واضع کرنے کیلیئے اشعار بھی نقل کرتے ہیں اور اس میں وہ حضرت عبداللہ بن عباس کی اقتداء کرتے ہیں۔ جیسا کہ امیر معاویہؓ کی مجلس میں آیت قرآنی" وجدها تغرب فی عین حمیة "[3] کے متعلق

---

1 الرومی، یاقوت الحموی، معجم الادباء ،(دار الفکر، بیروت، ۱۹۸۰م)، ۱۸/۶۵

2 ن۔م

3 سورۃ الکھف ۱۸:۸۶

تفصیل دریافت کی گئی تو اسپر حضرت عبداللہ ابن عباس نے شعر بیان فرمایا۔ اسی مسلک کی اقتداء کرتے ہوئے امام طبریؒ بھی بعض جگہ قرآن کی آیت کی تفسیر و تفصیل میں اشعار بیان فرماتے ہیں۔[1]

الترجیح بین القرآت:

جس طرح امام طبری علیہ الرحمہ علوم شریعہ کے تمام شعبہ جات میں ماہر تھے اس طرح آپ نے ایک جلیل القدر کتاب القراءت بھی لکھی ہے اور اس میں قراءت مشہورہ کو ترجیح دی ہے۔ اگرچہ آپ نے قراءت شاذہ کو بھی جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے، لیکن ترجیح مشہور قراءت کو ہی دیتے ہیں۔ قراءت سبعہ پر یقین رکھنے کے باوجود ابن جزریؒ نے قراءت عشرہ کو بھی آپ علیہ الرحمہ کی طرف منسوب کیا ہے اور کہا کہ آپ امام مجتہد ہیں۔ مزید فرماتے ہیں کہ قرآن سات قرآتوں میں نازل ہوا ہے اور آئمہ سبعہ اور آئمہ عشرہ یا انکے علاوہ دیگر آئمہ کو قرآت متواتر ہی کو لینا چاہیے اسی پر امت کا اجماع ہے۔[2]

تفسیر بالرائے کی مخالفت:

امام طبری نے تفسیر بالرائے کی مخالفت کی ہے تاہم بعض مقامات پر رائے کا استعمال ہوا لیکن اگر رائے قول ثقات کی مخالفت میں ہو تو اسکا امام طبری نے رد فرما ہے اور اسکو حجت قرار نہیں دیا۔

مسائل فقہ میں اجتہاد:

امام طبری نے آغاز میں مذہب شافعیہ کو پڑھا یہاں تک کہ سبکیؒ نے طبقات الشافعیہ میں آپؒ کا مسلک شافعی بتایا ہے لیکن حقیقت میں آپ خود ایک صاحب مذہب تھے، اس لئے دیگر آئمہ کرام کی رائے سے اعراض کرتے۔ خود صاحب مذہب ہونے کی وجہ سے آپ علیہ الرحمہ اپنا ایک مستقل مطلق مذہب/مسلک رکھتے تھے۔

مذہب سلفی سے استفادہ:

امام طبریؒ کو اہلسنت والجماعت میں ہی جانا جاتا ہے اور آپؒ کا عقیدہ سلف صالحین کے مطابق تھا تاہم آپؒ نے متکلمین میں سے معتزلہ کے اقوال لئے اور مذہب سلف صالحین کے تحت رد کئے کیونکہ دلیل قاطع اور واضح حجت ہونے کے بعد کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں۔ البتہ بعض حضرات نے آپؒ پر اہل تشیع ہونے کی تہمت بھی لگائی جو کہ شاید جبراً یا بسبب ہم نام

---

1 البغدادی، خطیب، الجامع البیان لاخلاق الراوی وآداب السامع، (مکتبۃ المعارف، الریاض، ۱۹۸۳م)، ۱۹۸/۲

2 الجزری، محمد بن محمد، النشر فی القراءت العشر، (دار الکتب العلمیہ، بیروت، س۔ن)، ۳۴/۱

شیعہ آئمہ کے آپ اس تہمت کی زد میں آئے، مگر یہ صرف اور صرف غلط فہمی کی وجہ سے ہوا یا پھر حسد اور عناد کی وجہ سے۔

اسرائیلیات:

قصص میں ابن جریر نے اسرائیلیات کا ذکر کیا ہے شاید اس لئے کہ وہ تاریخی مباحث میں اس طرح کے واقعات بیان کرنے کے عادی تھے۔ تاہم آپ نے ان پر نقد اور تبصرہ بھی کیا اور ان میں سے بعض کا رد بھی کیا کیونکہ آپ مستقل صاحب رائے ہونے کی حیثیت سے جانے جاتے تھے اس لئے آپ نے سابقہ آراء اور تقلید محض کو ہی نہیں لیا بلکہ ضعیف قول کا رد بھی کیا اور ان آراء میں ترجیح اس رائے کو دی جو حجت قویہ کے ساتھ ثابت ہے اور یہ امام المفسرین کا حق ہے۔

مختلف اقوال وآراء کے درمیان ترجیح دینے کا طریقہ:

امام ابن جریر علیہ الرحمہ نے خود تفسیر القران لکھنے کے تمام اصول وضع کر دیئے ہیں۔ اور اپنا منہج تفسیر بھی بتایا اور اسکا اسلوب ان الفاظ سے ذکر کیا:

نحن فی شرح تاویله و بیان ما فیه من معانیه مفشون ان شاءالله ذالک کتا باً مستوعبا لکل ما بالناس الیه الحاجة من علمه جامعا و من سائر کتب غیره فی ذالک کافیاً و معجزون فی کل ذالک بما انتهی الینا من اتفاق الحجة فیها اتفقت علیه منه واختلافها فی ما اختلف فیه منه و مبین و علل کل مذهب من مذاهبهم و موضحو الصحیح لدینا من ذالک باوجزماامکن عن الایجاز فی ذالک و اختصر ما امکن من الاختصار منه - [1]

مندرجہ بالا عبارت کے آخری حصے کو دیکھیں تو امام ابن جریر نے کہا ہے کہ ہم تمام اختلافی اور اتفاقی دلائل کو نقل کرینگے اور پھر ہر مذہب کے علل بھی لکھیں گے، پھر اس کے بعد جو قول ہمارے لئے راجح ہو گا اسکو نہ صرف ترجیح دینگے بلکہ اسکی وضاحت بھی فرمائی جائیگی اور اس وضاحت میں ہر ممکنہ اختصار اور ایجاز کو مد نظر رکھا جائے گا۔ امام طبری نے مندرجہ ذیل الفاظ کے استعمال کے ساتھ اقوال ترجیح کو نقل کیا :

1 الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل ای القرآن، ۱/۷

قال ابو جعفر [1]

هو اعظم عندی [2]

واولیٰ التاویلات عندی [3]

اصح القراتین فی التلاوة عندی [4]

اجمع جميع اهل التاويل [5]

اور خاص طور پر کسی بھی آیت کی تفسیر کرنے سے پہلے اسکی مختلف اجزاء میں الگ الگ دلائل قائم کرتے ہیں اور اجزاء کی وضاحت کے شروع میں "القول فی تاویل قوله تعالی" کا اضافہ کرتے ہیں۔ بعض دفعہ تفسیر بالماثورہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہونے کے طور پر "القول فی تاویله، تاویل قوله تعالیٰ كذا كذا" ذکر کرکے ایک آیت کی تفسیر میں دیگر آیات قرآنیہ پیش کرتے ہیں۔ تفسیر طبری اپنے ان ترجیحات اقوال کے لیے اور جیسا کہ شروع میں بتایا گیا کہ جمیع علوم کا ایک لازوال اور بے مثل وبے مثال گوہر نایاب ہے کہ اس تفسیر کا مطالعہ کرنے والا اس سے پہلے موجود تمام تفسیر سے غنی ہو جاتا ہے۔ امام ابن جریر علیہ الرحمہ اپنی تفسیر میں ترجیح اقوال کو مندجہ وجوہات کو مد نظر رکھتے ہیں۔

ظاہری تنزیل کو باطنی تاویل پر ترجیح دینا:

امام ابن جریر نے ایک خاص طریقہ سے تفسیر القرآن بالقرآن کا ترجیحی انداز اپنی تفسیر میں جابجا ذکر فرمایا ہے۔اس میں آیت کے سیاق وسباق میں ظاہر نظم سے اگر ایک معنی سمجھ آرہا ہو اور اگرچہ اس کے ساتھ کسی باطنی تاویل کی گنجائش واحتمال کیوں نہ ہو امام ابن جریر ظاہری اور قریب الفہم اور قریب المعنی کو ہی ترجیح دیتے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ البقرہ کہ آیت نمبر ١٦٧ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

1 الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل ای القرآن، ١/١٠٧

2 ن۔م، ص: ١٩٠

3 ن۔م ، ص: ٢٧٦

4 ن۔م ، ص: ١٤٠

5 ن۔م ، ص: ٢٠٠

﴿كَذٰلِكَ يُرِيهِمُ اللّٰهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُم بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ﴾ [1]

اللہ رب العزت کافروں کو انکے اعمال حسرت بنا کر دکھائے گا اور وہ جہنم کی آگ سے نہیں نکل سکیں گے۔ یہاں امام ابن جریر نے دو قول پیش کئے ہیں اور انکے دلائل بھی نقل کیے ہیں ایک تو شیخ سدی کا قول ہے کہ اہل نار کو جنت دکھائی جائیگی اور فرمایا جائیگا کہ اگر تم ایمان لاتے اور اعمال صالحہ کرتے تو تمہیں یہاں جگہ ملتی، مگر اب تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے کیونکہ تم اعمال صالحہ سے محروم رہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اعمال سے مراد انکے اعمال خبیثہ ہیں جو انکے لئے داخلہ نار کا سبب بنیں گے اور بار بار حسرت آمیز نگاہوں سے اپنے اعمال کو دیکھ کر نادم ہونگے لیکن وہاں ندامت نفع نہ دے گی۔ دونوں اقوال اسناد کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد ابن جریر فرماتے ہیں کہ:

فالذی هواولی بتاويل الآية ما دل عليه الظاهر دون ما احتمله الباطن الذی لادلة علی انه المعنی بها والذی قال السدی فی ذالک و ان کان مذهبا تحتمله الآية فانه منزع بعيد و لا اثربان ذالک كما تقوم له حجه فيكم لها ولادلاله فی ظاهر الآية انه المراد بها فاذا کان الامر کذالک لم يحمل ظاهر التنزيل الی باطن التاويل .[2]

یعنی اللہ تعالیٰ کے قول کذالک "یریهم الله اعمالهم حسرات" کی تفسیر میں یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ اللہ کافروں کو انکے اعمال خبیثہ دکھا کر زیادہ حسرت اور ندامت میں مبتلا کریگا اس کے مقابلے میں شیخ سدی کا قول اگرچہ درجہ احتمال میں درست ہے مگر ظاہری الفاظ میں نسبتاً کمزور ہے آیت کی ظاہری حالت میں اسکا کوئی امر نہیں کہ جو انکے قول پر دلالت کرے اور اس سے یہ معلوم ہو کہ یہی مقصود ہے، لہذا ظاہر تنزیل کو باطن تاویل کی طرف پھیرنا درست نہیں۔ امام ابن جریر کا سب سے اول اور سب سے قوی طریقہ تفسیر یہ ہی ہے کہ جب تک کتاب و سنت یا اجماع امت سے کوئی دلیل نہ ملے ظاہر تنزیل کو باطن تاویل کی طرف پھیرنا درست نہیں سمجھتے۔

سند صحیح کے ساتھ حدیثِ تفسیر کا مل جانا:

---

1 سورہ بقرہ ۲:۱٦۷

2 الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل ای القرآن، ت ا/۳۳-۳۵

تفسیر طبری میں یہ رنگ پوری طرح غالب نظر آتا ہے کہ تفسیری اقوال میں بہت سے اقوال مل جائیں اور اگر تطبیق ممکن نہ ہو تو سند کو دیکھا جاتا ہے اور سند صحیح کو تفسیر آیت القرآن میں ترجیح دی جاتی ہے جیسا کہ:

﴿ الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوفٍ أَوۡ تَسۡرِيحُۢ بِإِحۡسَانٍ ﴾ [1]

طلاق دو مرتبہ ہے، اسکے بعد چاہو تو روک لو اچھے طریقے سے یا پھر احسان کرتے ہوئے چھوڑ دو۔ اس میں امام ابن جریر نے تمام اقوال کو اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے اور سدی اور ضحاک کا یہ قول نقل کیا ہے کہ عورت کو اسکے حال پر چھوڑ دو اگرچہ آیت کا ظاہر اس معنی پر واضح ہے مگر جب رسول اللہ ﷺ نے اسکی تفسیر طلاق سے کر دی:

"الرجعتة مرتان ثم الامر بعد ذلک اذا راجعوھن فی الثانیه اما امساک بمعروف و اما تسریح منھم لھن باحسان بالتطلیقة الثالثة" [2]

آیت کے ظاہر اور اسکی تفسیر میں صحیح حدیث مل جانے کے بعد کسی اور تاویل کی ضرورت نہیں۔

سلف صالحین کی اجماعی تفسیر کی موافقت:

امام ابن جریر سلف صالحین کی اجماعی تفسیر جو قرآن و سنت سے نہ ٹکرائے اسکو بھی ترجیح دیتے ہیں، اور اسکی موافقت میں دلائل دیتے ہیں، اور اسکی مخالفت کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ "لا تسمع فیھا لاغیة"[3] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ تسمع کی ضمیر کا مرجع لفظ وجوہ ہے اور لاغیہ کے معنی کلام ذی لغو کے ہیں۔ مفہوم یہ ہوا کہ اس دن کوئی انسان بے ہودہ بات نہیں سنے گا [4] پھر کوفہ کے نحویین کا قول بھی نقل کیا کہ یہاں لاغیہ سے مراد جھوٹی قسم ہے۔ کوفہ کے نحویوں نے جو بات کہی اسکی توجیہہ ہو سکتی ہے مگر یہاں پر اہل تاویل صحابہ کرام اور تابعین عظام اس کے خلاف ہے اور انکی اجمالی بات کی مخالفت کرنا جائز نہیں۔ [5]

---

1 سورۃ البقرہ ۲:۲۲۹

2 الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل ای القرآن، ۴/۵۴۷

3 سورہ الغاشیہ ۸۸:۱۱

4 الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل ای القرآن، ۷/۵۱۱

5 ن۔م، ۱۴/۳۳۵

مفسرین صحابہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کو ترجیح دینا:

امام ابن جریر علیہ الرحمہ کے اقوال ترجیح میں ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ علیہ الرحمہ مفسرین صحابہ کرام میں سے اکثر ابن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد مجاہدؒ کے قول کو ترجیح دیتے ہیں لیکن بعض اوقات مجاہدؒ کے قول کو رد بھی کرتے ہیں اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جہاں مجاہد کا قول جمہور کے خلاف ہو تو انکے قول کو رد کر کے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اسکو ترجیح دیتے ہیں جیسے کہ:

و من الیل فتھجد بہ نافلتہ لک[1]

اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد کی نماز پڑھیں۔اس میں حضرت مجاہدؒ کا کہنا ہے کہ یہ نماز تہجد دوسرے لوگوں کیلئے پڑھنا بھی ضروری ہے اور اسطرح یہ نماز انکے گناہ کا کفارہ بن جاتی ہے اس میں مجاہد نے ایک دلیل یہ بھی دی ہے چونکہ اسکی خبر سورہ فتح میں دی گئی ہے کہ آپ ﷺ کے گزشتہ اور آئندہ بظاہر خلاف اولی سب کام معاف ہیں اس لئے حضور ﷺ کے تمام گناہ معاف ہیں لہذا یہ نماز دیگر لوگوں کیلئے کفارہ گناہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ترقی درجات کا سبب ہے جبکہ حضرت ابن عباس نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ خاص عبادت صرف آپ ﷺ کیلئے ہے اور یہ زائدہ عبادت ہے کیونکہ عبادت میں نافلہ بمعنی زائدہ کے ہیں اور یہ حضور ﷺ کیلئے فرض ہے جبکہ دوسروں کیلئے نہیں۔تو ابن جریر نے یہاں مجاہد کا قول نہیں لیا بلکہ حضرت ابن عباس کا قول لیا اور اسکو ترجیح دی۔ [2]امام ابن جریر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کو ظاہر قران سے زیادہ مناسبت کی بنیاد پر ترجیح دیتے ہیں۔

مختلف اقوال میں تطبیق ورنہ قول مختار کو دلائل کے ساتھ ترجیح:

امام ابن جریر کا منہج ترجیح میں یہ طریقہ بھی تھا کہ آپ علیہ الرحمہ کسی بھی آیت میں آنے والے مختلف اقوال میں تطبیق دینے کی کوشش کرتے اور اگر یہ ممکن نہ ہوتا تو پھر ان میں سب سے مختار قول کو دلائل قویہ سے ترجیح دیتے ہیں جیسا کہ سورہ فاتحہ میں ہے کہ صراط مستقیم سے کیا مراد ہے؟اس کیلئے یہ اقوال نقل کیے جن میں صراط مستقیم سے مراد پورا قرآن یا دین اسلام یا

---

1 سورہ بنی اسرائیل ۱۷:۷۵

2 الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل ای القرآن، ۵/۵۸

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کریمین کا طریقہ ہے۔ امام ابن جریر نے ان سب کو اکٹھا کر کے یہ تفسیر فرمائی کہ اس سے مراد اللہ کے انعام یافتہ لوگ ہیں ان میں انبیاء کرام، صدیقین، شھداء، صالحین جس راستے پر گامزن رہے اس راستے پر چلنے کی دعا ہم کرتے ہیں۔ اس طرح دین اسلام کی بھی پیروی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اتباع ہو جاتی ہے۔[1]

تعارض اقوال کی صورت میں ایک قول کو دلائل کے ساتھ ترجیح دینا:

اقوال کے اندر تعارض کی صورت میں عمومی طور پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کو ترجیح دیتے لیکن بعض صورتوں میں کسی ایک قول کو دیگر دلائل کی بناء پر راجح قرار دیتے ہیں۔ جیسے آیت الکرسی کی تفسیر میں بے شمار معنی بیان ہوئے۔ اس میں امام ابن جریر علیہ الرحمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا:

" واما الذی یدل علی صحته ظاهر القران فقول ابن عباس رضی الله عنه الذی رواه جعفر بن ابی المغیره عن سعید بن جبیر عنه انه قال هو علمه"[2]

یعنی اس سے مراد اسکا علم ہے جو تمام ارض وسماء کو گھیرے ہوئے ہے۔

الفاظ قرآنی کی تحقیق میں لغت (صرف ونحو) اور اشعار کے ساتھ وضاحت:

علامہ ابن جریر نے بے شمار مواقع پر الفاظ قرآنی کی وضاحت میں عربی ادب اور عربی لغت کو بھی استعمال کیا ہے اور اسکی وضاحت میں ترجیح کو مد نظر رکھا۔ جہاں تفسیر القرآن کیلئے تفسیر بالماثورہ کے اصول کو مد نظر رکھا ہے وہاں بعض مقامات پر لغت وادب کی بنیاد پر معنی ترجیح کی وضاحت بھی کی ہے جیسے لفظ نـــد کی تحقیق میں حضرت حسان بن ثابت کا یہ شعر درج کیا:

اتهجو و لست له بند

فشر کما لخیر کما فداء[3]

"تم میرے ممدوح کی ہجو کرتے ہو، حالانکہ تم اسکی مثل اور ہمسر نہیں ہو تمہارا برا تمہارے اچھا پر قربان ہو جائے۔"

---

1 الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل ای القرآن، ۱۷۱/۱

2 ن۔م، ۳۵۵/۴

3 الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل ای القرآن، ۳۶۷/۱

اسی طرح شعری استشہاد سے معنیٰ کو واضح کر دیا۔

نتیجۃ البحث:

امام طبری علیہ الرحمہ کی تفسیر تمام ترجہتوں سے قابل تحقیق ہے ایک مفسر کے لیے علوم القرآن کا وافر خزانہ جو تمام علوم کا احاطہ کئے ہوئے ہے یقینا تفسیر طبری میں موجود ہے۔ تفسیر بالماثورہ میں تمام تر تفاسیر سے سبقت بلاشبہ تفسیر طبری کو ہی حاصل ہے۔ امام صاحب نے جابجا مدلل انداز میں ذکر کردہ منہج واسلوب کو نہ صرف واضح کیا بلکہ ان تمام سابقہ طرق تفسیر کا رد بھی کیا جو تفسیر بالماثورہ کے دائرہ میں نہیں آتیں۔اس مختصر تحقیق کا مقصد جہاں تشنگان علم کے لیے امام طبری کی خدمات تبلیغ واشاعت کو روشناس کروانا ہے وہاں آپ کے نزدیک مختار اقوال آراہ کی نشاندہی کرنا بھی ہے جس پر مزید کام کی ضرورت ہے۔دعا ہے کہ اللہ رب العزت امام طبری علیہ الرحمہ کے درجات بلند فرمائے‘ ان کے فیضان کو اسی طرح جاری وساری رکھے اور ہمیں بھی استفادہ کی سعادت عطا فرمائے۔